Translation Samvaad, Volume 2, Issue 1, April 2025
ISSN: 3049-4494

اکیسویں صدی اور نمائندہ خواتین ناول نگار۔

مضمون نگار________________________مشتاق احمد

ادب کی دنیا میں اس تمیز کو بروئے کار لانا کہ کون سا فن پارہ کس کا تخلیق کردہ ہے شاید ناانصافی کے زمرے میں آئے گا، کیونکہ قدرت نے سوچنے، سمجھنے اور مسائل کے حل کی قوت بلا تفریق اپنی مخلوق کو عطا کی ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور اسی بنیاد پر یہ کہنا مناسب ہو گا کہ ادب کو صنفی تفریق سے دور ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔ لیکن کبھی کبھار موضوع کی حساسیت یا طوالت کے پیش نظر ایسی تقسیم ناگزیر ہو جاتی ہے کہ کسی ایک مختصر مقالے میں موضوع کا صرف ایک ہی پہلو نمایاں کرنے کی گنجائش یسر ہوتی ہے۔ اسی غرض کے مدِنظر ہم اس مقالے میں اپنی بات کو صرف اکیسویں صدی میں تخلیق ہونے والے ناول میں خواتین کی حصے داری تک محدود رکھیں گے۔

ادب میں مخصوص وقت کا تعین یا اس کی تقسیم کسی مکینکی نقطہ نظر کے تحت ناممکن ہے، جیسا کہ تاریخ میں یہ کام نہایت آسان ہے۔
ادب میں بعض علمی ضرورتوں اور آسانیوں کی خاطر ایسا کرنا ناگزیر ہوجاتا ہے اور ہم ادوار کا تعین کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اکیسویں صدی کے گزشتہ تئیس سالوں کا محاکمہ کیا جائے تو ناول کی تخلیق کے حوالے سے اسے بے شمار نام ہمارے سامنے آئیں گے جن میں بیشتر نے بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں لکھنا شروع کیا اور یہ سلسلہ اکیسویں صدی میں بھی جاری رہا۔ ان میں عبدالصمد، غضنفر، حسین الحق، مشرف عالم ذوقی، سید محمد اشرف، شموئل احمد شفق سوپوری وغیرہ مرد ناول نگاروں کے نام شامل ہیں ۔ خواتین ناول نگاروں کی صف میں ترنم ریاض، صادقہ نواب سحر، شائستہ فاخری، ثروت خان، ساجدہ زیدی ،نسترن احسن فتیحی، رینو بہل، سفینہ بیگم وغیرکے نام لئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کی جگ ظاہر ہے کہ ہر دور کے اپنے مخصوص مسائل اور تقاضے رہے ہیں اور اُس دور کا تخلیق کار بھی اُن ہی مسائل کو پیش کرتا اور اِن مسائل کا حل ڈھونڈتا ہوا نظر آتا ہے۔ بیسویں صدی کی بات کی جائے تو اس کے مسائل میں دو عالمی جنگیں، انقلاب روس، ہندوستان کی آزادی اور وطن عزیز کی تقسیم(ہندوستان) اور اس تقسیم کے بطن سے پھوٹنے والے نا خوشگوار واقعات اور نہ جانے کیا کچھ۔ اُس دور کا تخلیق کار بھی اپنی تخلیقات میں اِن ہی اُلجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کو پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

موجودہ صدی کے تقاضے تھوڑے مختلف ہیں اور ہم اس دور میں ایک نئے آشوب سے دو چار ہو رہے ہیں۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں جن مصائب کا سامنا کرتے ہوئے ہم اکیسویں صدی کا استقبال کرتے ہیں اُن میبین الاقوامی مسائل میں سرد جنگ کا خاتمہ، سویت روس کا بکھرنا اور دیوار برلن کے ٹوٹنے کے علاوہ بے شمار واقعات نے انسان اور انسانیت دونوں کو گھیر رکھا ہے۔ قومی مسائل جو ہندوستان کی سرزمین پر رونما ہوئے، اُن میں نفرت کی سیاست، سماجی سطح پر تبدیلیاں، مذہبی انتشار، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں خاطر خواہ کامیابی اور اس کے نتیجے میں کچھ مضر اثرات کے علاوہ دیگر بے شمار معاملات ہیں۔ اس بحث اور تمہید کا مقصد صرف اتنا ہے کہ مجموعی طور پر اردو ناول ان تمام معاملات اور مشکلات کو پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے اور نہایت

ہی کامیابی کے ساتھ، لیکن خواتین ناول نگاروں کے یہاں کس قسم کے موضوعات کو اور مسائل کی پیشکش کی گئی ہے ان تمام معاملات کا سرسری جائزہ لیا جائے گا۔

ترنم ریاض :۔اکیسویں صدی میں خواتین ناول نگاروں کے حوالے سے پہلا نام ترنم ریاض کا آتا ہے۔اُردو ادب میں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ تانیثی ادب اور نسائی آوازوں میں موصوفہ اپنی منفرد پہچان رکھتی ہیاور ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں کی صف میں بھی اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں۔مختلف ادبی اصناف میں طبع آزمائی کرچکی ہیں۔ ان کی تصانیف میں ناول "مورتی" "فریبِ خطہ گل"، "برف آشنا پرندے" اوران کے افسانوی مجموعوں میں " ابابیلیلوٹ ائیں گی""یمبرزل""میرا رختِ سفرِ" اور شعری مجموعوں میں "پرانی کتابوں کی خوشبو""بھادو کے چاند تلے"(ماہیے)وغیرہ شامل ہیں۔تنقیدی کتب میں بیسویں صدی میں خواتین کا اردو ادب"" اُردو میں تانیثی ادب اور مشرقی تہذیب" اہم ہیں۔اِن تمام تخلیقات کے علاوہ اور بھی متعدد تخلیقات ان کے قلم کی روانی کی بدولت قارئین تک پہنچ کر دادِ تحسین وصول چلی ہیں۔ترنم ریاض نے اپنی کہانیوں میں کشمیری تہذیب و معاشرت کو بڑے بہترین اور دلفریب انداز میں پیش کیا ہے۔ان کے اسلوب میں احتجاجی انداز بھی خاصے کا درجہ رکھتا ہے۔

اکیسویں صدی کے حوالے سے اِن کے تین ناول " مورتی""فریبِ خطہ گل"اور " برف آشنا پرندے" اہمیت کے حامل ہیں۔انہوں نے اپنی دیگر تخلیقات کے ساتھ ساتھ اپنے ناولوں میںبھی کشمیر کی تہذیب، ثقافت اور رہن سہن کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔اِن کے ناولوں میں شفقت، رحم دلی، ایثار، انسانیت اور احسان کا جذبہ جھلکتا ہے۔اس جذبے کی زندہ مثال " برف آشنا پرندے"کی شیبا ہے جو پروفیسر دانش کی تیمارداری بغیر کسی لالچ کے صرف انسانیت کی خاطر کرتی ہے اور اس درجہ تک کہ اپنی ذاتی زندگی کی پرواہ بھی نہیں کرتی۔اِس کے ساتھ ہی ساتھ اس ناول میں رشتوں سے روگردانی، ایک دوسرے کے تئیں غلط فہمی، خاندانوں کی آپسی رسہ کشی اور جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کرنا وغیرہ، غرض کہ یہ 544 صفحات کا ناول بے شمار موضوعات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جو عصر حاضر کے خاص اور سلگتے ہوئے موضوعات ہیں۔ دورِ حاضر کا انسان کلی یا جُزوی طور پر اِن حالات سے دو چار ہونے کے ساتھ ساتھ اِن معاملات میں اُلجھا ہوا بھی ہے۔ترنم ریاض کا ناول " مورتی" ملیحہ نامی کردار کی زندگی اور اِس سے منسلک دوسرے رشتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ معاشرے کا جبر اور ذاتی انانیت کہیں نہ کہیں ایک فن کار سے اُس کا فن چھین لیتا ہے اور فن کارہ پاگل پن کی نہج تک پہنچ جاتی ہے۔الغرض ترنم ریاض نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ حیاتِ انسانی کا مطالعہ کیا اور اِس کو اپنی تخلیقات کے ذریعے منظرِ عام پر لایا۔

شائستہ فاخری:۔اکیسویں صدی کی خواتین قلم کاروں میں شائستہ فاخری کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے اور خاص کر اُردو ناول کے حوالے سے۔شاعر اور مترجم کے حوالے سے بھی ان کی پہچان کافی مستحکم ہے۔ان کا جنم دینی اور مذہبی گھرانے میں ہوا جہاں دینی تہذیب و تمدن کا بول بالا تھا۔خواتین کی فکر اتنی آزاد نہیں تھی اور ان کا گھر کی چاردیواری سے باہر قدم رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔خانقاہی سلسلے سے تعلق ہونے کی وجہ سے مظلوم اور بے سہارہ عورتیں اپنا دُکھ اور درد اِن کے بڑوں کے سامنےبیان کرتی تھیںاور شاید یہی سبب ہے کہ اِن خواتین کے تئیں چھوٹی سی عُمر میںشائستہ فاخری کے دلِ میں ان عورتوں کے تئیں محبت اور ہمدردی کا جذبہ بھر گیا۔آہستہ آہستہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ درد جذبات کی صورت اختیار کرتا گیا اور بالآخر یہ درد لفظوں کی پوشاک اوڑھ کر شائستہ کے قلم سے ہوتا ہوا عام قاری تک پہنچ گیا۔

Translation Samvaad, Volume 2, Issue 1, April 2025
ISSN: 3049-4494

اکیسویں صدی کے حوالے سے اِن کے دونوں ناول " نادیدہ بہاروں کے نشان "(2013)اور" صدائے عندلیب بر شاخِ شب "اہم ہیں ۔یہ دونوں ناول سماجی طرز کے ناول ہیں جن میں عورت کی بے بسی ، مرد کی انانیت اور ٹوٹتے بکھرتے رشتوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اِس ناول کے متعلق شہاب ظفر اعظمی یوں رقم طراز ہیں۔

> "شائستہ فاخری کا پہلا ناول " نادیدہ بہاروں کے نشان "کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے ہی مقبول ہو چکا تھا۔اس میں بھی عورت کی مظلومیت اور بے بسی کو ہی موضوع بنایا گیا ہے جو مرد کی خود غرضی ، انانیت اور بے دردی کا نتیجہ ہے۔ مصنفہ نے اِس نازک مسئلے حلالہ) کو بڑی بے باکی اور سچائی کے ساتھ اِس ناول میں برتا ہے۔یہ ناول نہ صرف عورت) کی ناقدری ، مظلومی اور اِس کے جذبہ ایثار کو پیش کرتا ہے بلکہ مردوں کو اِن کے جابرانہ رویے کے تعلق سے دعوت احتساب بھی دیتا ہے"
>
> (اکیسویں صدی میں اردو ناول |ڈاکٹر نعیم انیس۔ص۔ 106)

شائستہ فاخری کا دوسرا ناول " صدائے عندلیب بر شاخِ شب " ہے۔دونوں ناولوں کی اشاعت کے درمیان مختصر سا وقفہ ہے لیکن اپنی پیشکش کے اعتبار سے یعنی روانی اور سلاست،زبان وبیان، مکالمہ ، تجسس کے معاملے میں دونوں ناولوں میںواضع فرق ہے۔ مصنفہ کی ہر تخلیق میں عورت کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس ناول میں بھی وہ اپنی اُس روش پر قائم ہیں۔ناول کی پوری کہانی ایک امیر اور عزت دار خاندان کے وسیلے سے اپنے اردگرد کے ماحول اور اِس ماحول میں بسنے والے افراد کی زندگی کو پیش کرتی ہے۔اس معاشرے یا سوسائٹی میں اعلیٰ اقدار کے لوگ بھی موجود ہیں جو معاشرے کی نظر میں صاحب عزت بھی ہیں اور صاحب ثروت بھی۔ عزت و حرمت کا بھرم بھی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ درمیانہ یا متوسط طبقہ اور جھگی جھونپڑیوں میں رہنے افراد ناول کے منظر نامے پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ امیر گھرانوں میں کام کرنے والی معصوم اور نو عمر لڑکیوں کا بوڑھے درندوں کے ہاتھوں استحصال، زمانے کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوٹھے کی زینت یا جسموں کا سودا کرنے والی لڑکیوں کا تذکرہ بھی اس ناول میں کیا گیا ہے۔ناول کا بنیادی موضوع میاں بیوی کے درمیان اٹوٹ اعتماد کی ڈھوری ہے جو اِس رشتے کو جوڑے رکھتی ہے۔شائستہ فاخری نے اپنے اس ناول میں سماج میں ناسور بنتے جارہے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اورناول میں اول تا آخر ایک مشاق ناول نگار کی طرح کہانی کے تجسس کو برقرار رکھا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شائستہ فاخری جس دُکھ اور درد کو سنتے سنتے بڑی ہوئی تھی ،اُس کو لفظوں کا جامہ پہنا کر خواتین کے مسائل کو عوام کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں ۔

صادقہ نواب سحر:۔

فکشن یا افسانوی ادب کی اس کہکشاں میں صادقہ نواب سحر کا نام بھی سرِ فہرست ہے اوروہ اپنے معاصرین میںایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ان کی شخصیت ہمہ جہت، جواںاور زندہ دل ہونے کے ساتھ ساتھ مرتب اور متوازن بھی ہے۔صادقہ نواب سحر عہدِ حاضر کی ایسی فکشن نگار ہیں جو

اپنے اردگرد کے مسائل کو بڑی شدت اور سختی کے ساتھ اپنے محسوسات پر محسوس کرتی ہیں اور اس کو اپنے منفرد اسلوب اور انداز میں تخلیقی پیکر عطا کر کے قاری تک پہنچاتی ہیں۔ سماج اور معاشرے کی اصلاح ان کا اولین مقصد ہے، جس کا مظاہرہ اِنہوں نے اپنی ہر تصنیف میں کیا ہے اُس کا تعلق چاہے ادب کی کسی بھی صنف سے کیوں نہ ہو۔فکشن کے حوالے سے ان کی تخلیقات میں تین ناول اور دو افسانوی مجموعے شامل ہیں ۔"کہانی کوئی سناؤ متاشا"، "جس دنِ سے" اور " راجدیو کی امرائی " ان کے ناولوں کے نام ہیں۔ افسانوی مجموعوں میں " خلش بے نام سی " اوریچ ندی کا مچھیرا" شامل ہیں۔صادقہ نواب سحر نے ہندی ادب میں بھی اپنے قلم کے جوہر دکھائےہیںاور دونوں زبانوں پریکسر مہارت رکھتی ہیں۔اکیسویں صدی کے حوالے سے ان کا ناول "کہانی کوئی سناؤ متاشا" پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ صادقہ نواب سحر کا 2019ءمیں شائع ہونے والے ناول" راجدیو کی امرائی "کو 2023ءمیں ساہتیہ اکادمی انعام سے سرفراز کیا گیا جو مصنفہ کے لئے بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہے۔صادقہ نواب سحر کے اس ناول کو سوانحی طرز کے ناولوں کی صف میں بھی رکھا جا سکتا ہے ۔

صادقہ نواب سحر نے سماج کا گہرا مطالعہ کیا ہے جس کا ثبوت اُن کی تخلیقات بدرجہ اُتم فراہم کرتی ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ ایک عورت ہی دوسری عورت کا دُکھ ،درد اور برداشت کی قوت کو سمجھ سکتی ہے اور مصنفہ نے سماج کے اسی پہلو کوبیان کرنے کی کوشش کی ہے۔صادقہ نواب سحر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں کے لئے خام مواد اپنے اردگرد کے ماحول سے لیتی ہیں اور اس مواد کو بڑی چابکدستی سے چھانٹ کر سماج کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔ مصنفہ کا پہلا ناول "کہانی کوئی سناؤ متاشا" سماج کے درمیانہ طبقہ کی ایک ایسی عورت کی زندگی کے نشیب و فراز کو بڑی ہمدردی اور لگن کے ساتھ بیان کرتا ہے جو سماج کی بنائی گئی فرسودہ رسومات اور اس کے جبر کا شکار ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار مِتاشا ہے جو اپنے اندر نسوانی غمگساری کے ساتھ ساتھ زندگی میں پیش آنے والی سختیوں اور تلخیوں سے نبردآزما ہونے کا حوصلہ رکھتی ہے۔یہ کردار اپنی اوائل عمر سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک اپنے اور پرایوں سے یکسر ہمدردی کا سلوک کرتی ہے، چاہے بدلے میں اس کو بے رُخی اور اذیتوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔اس کا مزاج ہر وقت اُس کو صلہ رحمی کی ہدایت کرتا ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر حوصلہ نہ ہارنے کی تلقین کرتا ہے۔

سکے کے دو پہلووں ہوتے ہیں اس کا عملی ثبوت سحر نے اپنے تازہ ترین ناول " راجدیو کی امرائی " میں پیش کیا ہے۔اپنے پہلے ناول میں عورت کو مجبور محض اور صبر کی دیوی ظاہر کیا ہے ، وہیں پر اپنے دوسرے ناول میں اونتکا نامی کردار کوپیش کر کے سماج کا دوسرا رُخ بھی پیش کیا ہے۔راجدیو اپنی زندگی میں محنت اور مشقت کے سہارے اپنے اہل خانہ کے لئے ہر ممکن سہولیت فراہم کرتا ہے۔ اس کردار راجدیو کی زندگی میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے،جب کسی کو اس کی ضرورت نہیں اور اس کی بیوی اور بچے اس کردار کو گھر سے بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں کے چکر بھی لگواتے ہیں۔ اس کی بیوی اونتکا پچیس ہزار روپیہ ماہانہ بھتہ کا دعویٰ کرتی ہے۔ مصنفہ کا تیسرا ناول "جس دِن سے" بھی ایک ایسے خاندان کی داستان ہے جو تقریباً پندرہ سالوں تک سکون کی زندگی بسر کرنے کے بعد بکھراؤ کا شکار ہوتا ہے۔ماں باپ کی بے راہ روی اور ان کے آپسی جھگڑے اولاد کی زندگی کو اجیرن بنا دیتے ہیں۔ان ناولوں کے مختصر جائزے کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صادقہ نواب سحر نے سماج کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کرکے اس میں پنپ رہی تمام بُرائیوں کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے۔

فکشن کی دنیا میں ثروت خان کا نام اُن کے ناول "اندھیرا پگ" کی بدولت ہمیشہ زندہ اور جاوید رہے گا۔ ان کا یہ ناول علاقائی ناولوں کی صف میں رکھا جاتا ہے ، کیونکہ ناول کا پس منظر ایک مخصوص علاقے یعنی راجھستان کے ایک علاقے بیکانیر کا ہے۔دراصل یہ ناول ایک بیوہ کی داستان غم ہے ، جو کہ اُس

کے اختیار سے بالاتر ہے۔کنور نامی ایک نوجوان بیوہ کو تنگ اور تاریک کوٹھڑی میں قید کر دیا جاتا ہے اور اس کی تمام حرکات و سکنات پر کڑی نگرانی رکھی جاتی ہے۔ لعن طعن کے لا متناہی سلسلوں کے بیچ ایک دن اماوس کی خوفناک رات میں اس کنور نامی بیوہ کو اس کے مائیکے پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ اس منحوس اور بدبخت عورت کے سائے سے دوسرے لوگ محفوظ رہ سکیں۔یہ ناول نہ صرف ایک بیوہ کی داستانِ غم ہے بلکہ مرد اساس معاشرے کو بھی انصاف کی کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے اور ان سماجی رویوں کو بھی اجاگر کرتا ہے ،جو ایک بے گناہ کو اتنے بڑے گناہ کا مرتکب سمجھ کر سزا دیتا ہے، جس پر اُس کا کوئی اختیار نہیں۔

نوجوان قلم کاروں میں سفینہ بیگم کا نام بڑا اہم ہے۔ان کا جنم 1989ءمیں ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں ہوا۔ علی گڑھ سے اپنی پی
ایچ ڈی کی تعلم مکمل کی اور ناول کی تنقید ان کا خصوصی میدان ہے۔ اس کے علاوہ فکشن نگاری بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ان کا پہلا ناول " خلش"
ت

یس سال کی عمر میں 2014ءمیں منظر عام پر آیا۔اس ناول کی کہانی بھی دوسری خواتین ناول نگاروں کی طرح ایک عورت کے گرد ہی گھومتی ہے۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں مرد ناول نگار اس میدان کو اپنے تجربات کے سہارے وسعت بخشنے کا کارہائے انجام دے رہے
ہیں وہیں پر خواتین ناول نگار اپنی جیسی ہزاروں بلکہ لاکھوں خواتین کا درد خود پر محسوس کرتے ہوئے،اس کو لفظوں کا جامہ پہنا کر سماج اور سماج کے ٹھکیداروں اور اس مرد اساس معاشرے کو آئینہ دکھا رہی ہیں۔ بھلے ہی ان کے موضوعات میں قومی اور بین الاقوامی مسائل کی گونج نہ سہی لیکن اپنے اردگرد کے ماحول پر ان کی گہری نظر ہے۔

The 21st Century and Representative Women Novelists

Mushtaq Ahmad

In the realm of literature, distinguishing a work of art based on its creator's identity may fall into the category of injustice, as nature has endowed its creations—whether male or female—with the faculties of thought, understanding, and problem-solving without discrimination. Therefore, it would be appropriate to say that literature should ideally be kept free from gender distinctions. However, sometimes the sensitivity or breadth of a topic necessitates such a division, as a single brief essay can only highlight one aspect of the subject. With this purpose in mind, this essay will confine its discussion to the contributions of women novelists in the novels created in the 21st century.

Determining specific periods or dividing literature is impossible from a mechanical perspective, unlike in history, where such divisions are relatively straightforward. In literature, for the sake of academic needs and convenience, such divisions become unavoidable, compelling us to categorize eras. When examining the past 23 years of the 21st century in terms of novel creation, numerous names emerge, many of whom began writing in the last two decades of the 20th century, with their work continuing into the 21st century. Among male novelists, names like Abdus Samad, Ghazanfar, Hussain-ul-Haq, Musharraf Alam Zauqi, Syed Muhammad Ashraf, and Shamuel Ahmad Shafqat Sopori stand out. Among women novelists, names such as Tarnum Riyaz, Sadiqa Nawab Sahar, Shaista Fakhri, Sarwat Khan, Sajida Zaidi, Nastaran Ahsan Fatikhi, Renu Behl, and Safina Begum are noteworthy. It is evident that

every era has its specific issues and demands, and the creators of that era reflect those issues and seek their solutions. In the 20th century, challenges included the two world wars, the Russian Revolution, India's independence, the partition of the subcontinent, and the unpleasant events that arose from it, among others. The creators of that time depicted these complex and entangled issues in their works.

The demands of the current century are somewhat different, and we are confronted with a new kind of turmoil. In the last decade of the 20th century, as we transitioned into the 21st century, global issues such as the end of the Cold War, the disintegration of the Soviet Union, the fall of the Berlin Wall, and numerous other events enveloped both humanity and human values. National issues in India included the politics of hatred, social transformations, religious discord, significant advancements in science and technology, and their resultant adverse effects, among many other concerns. The purpose of this discussion is to highlight that, overall, Urdu novels reflect these issues and challenges with remarkable success. However, this essay will briefly examine the themes and issues addressed by women novelists.

Tarnum Riyaz: The first name that comes to mind among 21st-century women novelists is Tarnum Riyaz. In Urdu literature, her name requires no introduction. She holds a distinct identity in feminist literature and women's voices and is significant among contemporary women fiction writers. She has experimented with various literary genres. Her works include novels such as Murti, Faraib-e-Khata Gul, and Barf Aashna Parindey, as well as short story collections like Ababeelain Laut Aayengi, Yamberzal, and Mera Rakht-e-Safar. Her poetry collections include Purani Kitabon Ki Khushboo and Bhadon Ke Chand Tale (Mahiyas). Her critical works, such as 20th Century Mein Khwateen Ka Urdu Adab and Urdu Mein Taneesi Adab Aur Mashriqi Tehzeeb, are significant. Numerous other works have reached readers through the fluency of her pen, earning critical acclaim. Tarnum Riyaz has portrayed Kashmiri culture and society in her stories with great finesse and charm, with a distinct tone of protest in her style.

In the context of the 21st century, her three novels—Murti, Faraib-e-Khata Gul, and Barf Aashna Parindey—are particularly significant. Alongside her other works, her novels beautifully depict Kashmiri culture, traditions, and lifestyle. Her novels reflect themes of compassion, empathy, sacrifice, humanity, and benevolence. A vivid example is Sheeba in Barf Aashna Parindey, who cares for Professor Danish selflessly, purely for the sake of humanity, to the extent that she neglects her personal life. The novel also explores themes like estrangement from relationships, misunderstandings, familial conflicts, and property disputes. Spanning 544 pages, this novel encompasses numerous contemporary and pressing issues. The modern human, wholly or partially, grapples with these circumstances and remains entangled in them. Tarnum Riyaz's novel Murti portrays the life of a character named Maliha and her relationships, highlighting how societal pressures and personal ego can strip an artist of their art, driving them to the brink of madness. Overall, Tarnum Riyaz has meticulously studied human life and brought it to light through her creations.

Shaista Fakhri: Among 21st-century women writers, Shaista Fakhri holds significant importance, particularly in the context of Urdu novels. She is also well-recognized as a poet and translator. Born into a religious family steeped in spiritual traditions, where women's freedom was limited, and stepping outside the home was considered improper, her connection to a spiritual lineage exposed her to the pain and suffering of oppressed and helpless women, who shared their sorrows with her elders. This likely fostered a sense of love and empathy for these women in Shaista from a young age. As she grew, this pain transformed into emotions, eventually finding expression through her pen and reaching readers.

Her two novels, Nadeeda Baharon Ke Nishan (2013) and Sada-e-Andaleeb Bar Shaakh-e-Shab, are significant in the 21st century. Both are social novels addressing women's helplessness, male ego, and crumbling relationships. Shahab Zafar Azmi writes about Nadeeda Baharon Ke Nishan:

"Shaista Fakhri's first novel, Nadeeda Baharon Ke Nishan, gained popularity even before its publication. It focuses on the oppression and helplessness of women, resulting from male selfishness, ego, and cruelty. The author boldly

and truthfully addresses the sensitive issue of halala in this novel. It not only highlights women's devaluation, oppression, and their spirit of sacrifice but also calls men to account for their oppressive behavior."

(21st Century Mein Urdu Novel, Dr. Naeem Anis, p. 106)

Her second novel, Sada-e-Andaleeb Bar Shaakh-e-Shab, has a brief gap between its publication and the first, but it differs distinctly in fluency, style, dialogue, and suspense. In all her works, women hold a central place, and this novel is no exception. The story revolves around an affluent and respectable family, depicting their environment and the lives of those within it. The novel portrays individuals of high values who are respected and wealthy, alongside the middle class and those living in slums. It addresses the exploitation of innocent young girls working in wealthy households by predatory men, as well as women forced by circumstances into prostitution. The novel's core theme is the unbreakable trust between husband and wife that sustains their relationship. Shaista Fakhri tackles a societal issue that has become a festering wound, maintaining narrative suspense like a skilled novelist. Overall, she successfully expresses the pain she grew up witnessing, presenting women's issues to the public through her words.

Sadiqa Nawab Sahar: In the galaxy of fiction, Sadiqa Nawab Sahar's name shines brightly, holding a distinguished place among her contemporaries. Her vibrant, dynamic, and balanced personality complements her multifaceted talent. A fiction writer of the modern era, she deeply feels the issues around her and translates them into creative works with a unique style, reaching readers effectively. Social reform is her primary goal, evident across her works in any literary genre. Her fictional works include three novels—Kahani Koi Sunao Mitasha, Jis Din Se, and Rajdeo Ki Amrai—and two short story collections, Khalish Be-Naam Si and Peech Nadi Ka Machhera. She has also showcased her talent in Hindi literature, demonstrating mastery over both languages. Her novel Kahani Koi Sunao Mitasha was well-received, and Rajdeo Ki Amrai (2019) earned the Sahitya Akademi Award in 2023, a matter of great pride for the author. This novel can also be categorized as biographical.

Sadiqa Nawab Sahar's deep study of society is evident in her works. As a woman, she understands the pain, endurance, and struggles of other women, reflecting this in her writing. Her strength lies in drawing raw material from her surroundings, skillfully highlighting society's sore spots. Her first novel, Kahani Koi Sunao Mitasha, empathetically portrays the struggles of a middle-class woman trapped by outdated societal norms and oppression. The protagonist, Mitasha, embodies feminine empathy while facing life's hardships with courage, showing compassion to others despite receiving indifference or suffering in return. Her temperament consistently guides her toward kindness and resilience.

In her latest novel, Rajdeo Ki Amrai, she presents both sides of the coin. While her first novel depicts women as helpless and patient, this novel introduces Avantika, revealing another societal facet. Rajdeo, through hard work, provides for his family, but a point comes when he is deemed unnecessary, and his wife and children not only evict him but drag him through legal battles. Avantika demands ₹25,000 monthly alimony. Her third novel, Jis Din Se, depicts a family that, after 15 years of peace, disintegrates due to parental discord, adversely affecting their children. A brief review of her novels confirms that Sadiqa Nawab Sahar, through deep societal observation, has portrayed its evils in her works.

In the world of fiction, Sarwat Khan's name will remain immortal due to her novel Andhera Pag. This regional novel, set in Bikaner, Rajasthan, narrates the tragic story of a widow, Kanwar, confined to a dark cell under strict surveillance, subjected to endless taunts, and abandoned at her parental home on a terrifying moonless night to "protect" others from her perceived misfortune. The novel not only tells a widow's tale of sorrow but also challenges patriarchal society and its unjust treatment of the innocent.

Among young writers, Safina Begum's name is significant. Born in 1989 in Delhi, she completed her PhD from Aligarh, specializing in novel criticism, with fiction writing as her passion. Her first novel, Khalish, published in 2014 at age 25, like other women novelists, centers on a woman's life.

Overall, while male novelists expand the field with their experiences, women novelists, feeling the pain of countless others, articulate it through their words, holding a mirror to society and its patriarchal structures. Though their works may not always echo national or international issues, their keen observation of their immediate environment is profound.